© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

روزہ اور اس کی حکمتیں

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے روزہ تیسرا رکن ہے، جسے عربی زبان میں "صوم" کہا جاتا ہے۔ صوم کے لغوی معنے چپ رہنے اور رکنے کے ہیں۔ نفسانی خواہشوں اور ہوا و ہوس سے اپنے آپ کو روکے رکھنا، حرص و آز کی اس دنیا میں صبر و ضبط سے کام لینا اور طمع و لالچ سے اپنے دامن کو محفوظ رکھنا۔ ایک وقت مقررہ اور مدتِ معینہ تک کھانے پینے اور "ازدواجی تعلقات" سے احتراز کرنا شریعت اسلامی کی رو سے "روزہ" کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں روزے میں زبان کو فضول باتوں سے روکنا اور کسی کی غیبت اور بد گوئی سے بچنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی غلط و رکیک زبان میں بات کرے تو اسی انداز سے اس کا جواب نہ دیا جائے، بلکہ کہا جائے کہ:

انا صائم۔

میں روزے سے ہوں۔

روزے کی ابتدا کب ہوئی؟ اس کے متعلق اگرچہ کچھ کہنا مشکل ہے، تاہم قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (البقرہ: ۱۸۳)

مسلمانو! تم پر روزے اسی طرح فرض ٹھہرائے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض ٹھہرائے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

اس آیت میں وضاحت کردی گئی ہے کہ روزہ صرف مسلمانوں ہی کے لیے خاص نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ اسلام سے پہلے بھی تمام مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس کے اصول اور طریقے اگرچہ مختلف ملکوں اور قوموں میں مختلف تھے، تاہم ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے یہ ہر جگہ موجود تھا اور موجود ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

● ـــــ ہندوستان کے برہمن ہندی مہینے کی ہر گیارہ اور بارہ تاریخ کو روزہ رکھتے تھے، اس طرح سال میں وہ چوبیس روزے پورے کرتے تھے جو انھوں نے اپنے آپ پر ضروری قرار دے لیے تھے۔

● ـــــ بعض برہمن کاتک کے مہینے میں ہر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، یعنی سال میں ان کے چار یا پانچ روزے ہوتے تھے، جن کا رکھنا ان کے نزدیک فرض تھا۔

● ـــــ ہندو جوگی چلّہ کشی کرتے تھے، یعنی چالیس روز تک کھانے پینے سے پرہیز کرتے تھے، اب بھی وہ اپنی اس مذہبی رسم پر عمل پیرا ہیں۔

● ـــــ جینی مذہب ہندوستان کے ہندوؤں کے ایک فرقے کا مشہور مذہب ہے۔ ان کا ایک روزہ چالیس چالیس دن کا ہوتا ہے۔

● ـــــ جینی دھرم کے بعض لوگ ہر سال کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں۔

● ـــــ یونان میں صرف عورتیں روزہ رکھتی تھیں جو ان کے مہینے کی تیسری تاریخ کو رکھا جاتا تھا۔

● ـــــ قدیم مصر کے باشندے بھی روزے کو اپنے مذہبی تہواروں میں شامل کرتے تھے۔

● ـــــ پارسیوں کے ہاں بھی خاص شکل میں روزے کا ثبوت ملتا ہے، جو ان کے مذہبی رہنماؤں پر فرض تھا۔

● ـــــ یہودی بھی روزے کو فرض قرار دیتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے چالیس دن کوہِ طور پر کچھ کھایا پیا نہیں تھا اور بھوکے پیاسے رہتے تھے، لہٰذا ان کی پیروی میں چالیس دن روزہ رکھنا بہتر عمل ہے۔ البتہ چالیسویں دن کا روزہ ان پر فرض ہے، اور یہ وہ دن ہے جو ان کے ساتویں مہینے کی (جسے تشرین کہا جاتا ہے) دسویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ اسی لیے وہ اسے عاشورا (دسواں) کہتے ہیں۔ اسی دن حضرت موسیٰ کو اللہ کی طرف سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تورات کے دس احکام عطا کیے گئے تھے، جو احکام عشرہ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تورات میں اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس دن کے علاوہ صحائف یہود میں بعض دوسرے روزوں کا حکم بھی مذکور ہے۔

● عیسائی مذہب میں بھی روزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے جنگل میں چالیس دن تک روزے رکھے تھے۔

● حضرت یحییٰ بھی روزے رکھتے تھے اور ان کے پیروکار بھی روزے دار تھے۔

● یہودیوں کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے مختلف ادوار میں پیش آنے والے بعض واقعات کی یادگار میں "غم کے روزے" رکھے تھے اور اس غم کے اظہار کے لیے وہ اپنے چہرے پر اداسی اور غم کی کیفیت طاری کر لیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غم کے ان مصنوعی روزوں سے لوگوں کو روک دیا تھا۔

● ظہورِ اسلام سے قبل عرب کے لوگ بھی روزے سے آشنا تھے۔ چنانچہ قریش مکہ دورِ جاہلیت میں دسویں محرم (یعنی عاشورا) کو روزہ رکھتے تھے، اس لیے کہ اس دن بیت اللہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا۔

● مدینے میں یہودی اپنا الگ عاشورا مناتے تھے۔ وہ اپنے ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔

واقعات کے اس مختصر تسلسل سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

(مسلمانو! تم پر روزے اسی طرح فرض قرار دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض قرار دیے گئے تھے۔)

بالکل صحیح ہے، جس کی گواہی تاریخ دے رہی ہے۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں روزہ رکھنا کیوں ضروری ہے؟ چند الفاظ میں اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں لوگوں کو تاکید کی گئی ہے کہ جہاں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ممکن ہو وہ اپنی روحانی اور باطنی کثافتوں اور بیماریوں کو دور کرنے کے لیے کسی حد تک اکل و شرب سے اجتناب کریں۔ پھر رفتہ رفتہ اس منزل پر پہنچنے کی کوشش کریں کہ ان کی ضروریات کا دائرہ کم اور ان کی حرص و آز کا دامن تنگ ہو جائے۔ اگر یہ صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے تو انسان بہت سی چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور عیش و عشرت کی زندگی سادگی اور قناعت میں بدل جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی روحانیت کا دائرہ وسعت اختیار کر لیتا ہے اور اسے عالمِ ناسوت میں رہتے ہوئے عالمِ ملکوت کی جھلک دکھائی دینے لگتی ہے۔

انسان نے اپنی مختلف ضرورتوں اور گوناگوں اغراض و مقاصد کا اپنے گرد و پیش لامتناہی سلسلہ قائم کر لیا ہے۔ اس کے نہاں خانۂ دل میں تمناؤں کا ایک انبار ہے اور ذہن میں خواہشوں کی ایک دُنیا آباد ہے۔ اگر اس سے دل خالی کر لیا جائے اور ذہن سے غیر ضروری اشیا کے حصول کی آرزوؤں کو نکال دیا جائے تو معاملات بہت حد تک سدھر جاتے ہیں۔ روزہ انسان کو یہی سبق دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ معاشرے کے بھوکے اور غریب و مسکین اور بے سہارا لوگوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور قلب و نظر کو تقوے کی نعمت سے آشنا کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقوے کا تعلق عمومی طور پر قلبی اور باطنی عبادات سے ہے۔ صبر، شکر، اخلاص، توکل، قناعت اور تقویٰ، یہ سب وہ عبادات ہیں جو انسان کے دل، ضمیر، روح اور باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ نے جہاں ظاہری عبادات یعنی نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ کا حکم دیا ہے، وہاں صابر و شاکر اور متوکل و قانع رہنے اور تقویٰ شعار ہونے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

تقویٰ، انسان کے ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جو انسان کے باطن میں خیر و شر کی تمیز پیدا کرتا، برائی سے روکتا، نیکی کی رغبت دلاتا، خواہشات کے دامن کو محدود کرنے اور انسان کو جذبات کے طوفانوں سے محفوظ رکھنے کا باعث بنتا ہے۔ قرآن کے نزدیک روزے کی اصل غرض و غایت یہی ہے، جسے وہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ سے تعبیر کرتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں زیادہ تر مسلمانوں کی زندگی بھوک پیاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں گزرتی تھی، لہٰذا ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا کہ اس کا انھیں بارگاہِ الٰہی سے ثواب بھی ملتا رہے اور وہ فاقہ کشی کے خوگر بھی ہو جائیں ۔

یہ نقطۂ نظر حقیقت سے دور ہے ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ظہورِ اسلام کے بعد کفار نے مسلمانوں کو بہت سی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تھا اور عرب کی سرزمین میں اس وقت حصولِ رزق اور کسبِ معاش کے جو معمولی ذرائع تھے، ان سے وہ بڑی حد تک غیر مطمئن بلکہ محروم ہو گئے تھے ۔ متعدد قبائل نے ان کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیا تھا اور ان سے تمدنی تعلقات ختم کر لیے تھے ۔ بالفاظِ دیگر مکّی زندگی مسلمانوں کے لیے انتہائی مصائب و آلام کی زندگی تھی، جس کا موجودہ دور میں تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ زندگی کی گاڑی کو رواں دواں رکھنے کے ساز و سامان مفقود تھے اور مخالفین کے ظلم و استبداد نے ان کے لیے آگے بڑھنے کے تمام راستے بند کر دیے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود مکّے میں ان پر روزے فرض نہیں کیے گئے ۔

روزے ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں فرض قرار دیے گئے، جب کہ مسلمانوں کو مخالفین کے جور و ستم سے نجات حاصل ہو چکی تھی اور انصار کے ایثار نفس کی وجہ سے ان کے لیے حصولِ رزق کے دروازے کُھل چکے تھے ۔ علاوہ ازیں اللہ کی طرف سے جنگ و جہاد کی اجازت کے باعث فتوحات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا اور اس میں روز بروز وسعت پیدا ہو رہی تھی ۔ اس وسعت کی بنا پر صحابہ کو مالِ غنیمت بھی حاصل ہونے لگا تھا اور مالی اعتبار سے ان کے حالات بالکل بدل گئے تھے ۔ اس دور میں اس لیے روزہ فرض ہوا کہ مسلمان مال و دولت کے مسرت انگیز لمحوں میں غربت و تنگ دستی کو بھول نہ جائیں اور فاقہ مستوں سے قطعِ علائق نہ کر لیں ۔ اس مرض کے پیدا ہونے سے پہلے پرہیز کی ضرورت تھی اور یہ پرہیز روزہ ہی ہو سکتا تھا ۔ اس لیے روزہ حالتِ غربت اور دورِ مسکنت میں نہیں بلکہ عہدِ تموّل اور زمانۂ دولت میں فرض ٹھہرایا گیا ۔ پرہیز کی ضرورت بسیار خوروں کو ہے نہ کہ فقر و فاقہ میں بسر اوقات کرنے والوں کو ۔۔۔ !

امام ابن قیم نے زاد المعاد میں روزے سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرغوبات شہوانیہ کا ترک کر دینا انتہائی مشکل کام تھا، اس لیے روزہ وسطِ اسلام میں فرض کیا گیا، جب کہ مسلمان توحید پر عمل کرنے لگے تھے، نماز کے عادی ہو چکے تھے اور قرآن کے احکام و اوامر کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ روزے کے احکام کا اضافہ اسی دور کے لیے موزوں تھا۔

اسلامی عبادات و احکام کا جو چوکھٹا اللہ اور اس کے رسول مقبول (صلیٰ اللہ علیہ وسلم) نے ترتیب دیا ہے، اس میں کوئی عبادت اور کوئی حکم ایسا نہیں جس سے انسان کو مبتلائے تکلیف کرنا مقصود ہو۔ روزے میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ اسلام سے پہلے اس میں سختی اور تکلیف کا جو پہلو پایا جاتا تھا، اسلام نے اس کو یکسر ختم کر دیا۔ اس لیے کہ منشائے الٰہی سہولت اور آسانی پیدا کرنا ہے نہ کہ لوگوں کو ابتلا و مصیبت میں ڈالنا۔ چنانچہ فرضیت روزہ کے بارے میں قرآن نے واضح الفاظ میں فرمایا۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرہ: ۱۸۵)

(خدا تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا)

دورِ اوّل کے روزے کی سختیوں کو اسلام نے جس حد تک ختم کیا اور اس میں جو آسانیاں اور سہولتیں پیدا کیں، اس کا اندازہ ذیل کی چند مثالوں سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ ظہور اسلام سے قبل مختلف مذاہب میں یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ روزہ صرف انھی لوگوں پر فرض سمجھا جاتا تھا جن کو اصحابِ مذہب اپنا پیشوا قرار دیتے تھے۔ مثلاً ہندوؤں میں روزہ برہمنوں کے لیے رکھنا ضروری تھا، غیر برہمنوں کے لیے ضروری نہ تھا۔ پارسیوں میں فقط ان کے مذہبی سربراہ روزے کے پابند تھے۔ اہلِ یونان میں محض عورتوں پہ روزہ فرض تھا۔ لیکن اسلام نے پیشوا اور غیر پیشوا، مرد اور عورت یا بڑے اور چھوٹے کے درمیان یہ امتیاز ختم کر دیا۔ اس نے تمام مسلمانوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا:

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (البقرہ: ۱۸۵)

(تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں زندہ ہے اور گھر میں موجود ہے، وہ روزہ رکھے)

۲۔ یہودیوں کے ہاں یہ حکم تھا کہ جو شخص روزہ نہ رکھے، اگرچہ وہ کسی حالت میں ہو، اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر کسی یہودی کے گھر کوئی مہمان آ جاتا، بے شک اس کا تعلق یہودی مذہب سے نہ ہوتا، اس کے لیے بھی روزہ رکھنا ضروری تھا۔ روزہ نہ رکھنے کی صورت میں وہ واجب القتل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار پاتا۔ لیکن قرآن نے اس سختی کو ختم کر دیا۔ اس نے بیمار، مسافر اور بوڑھے کو روزے سے مستثنیٰ فرما دیا اور حکم دیا:

فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اُخر (البقرہ: ۱۸۴)

(جو کوئی تم میں بیمار ہو یا مسافر ہو، وہ رمضان کے بعد اور دنوں میں روزہ رکھ لے)

۳۔ بعض مذاہب میں بتایا گیا ہے کہ خواہ کتنی بھی تکلیف اور دشواری کا سامنا ہو، روزہ بہر حال رکھنا پڑے گا۔ تارکِ روزہ کا نہ کوئی عذر قبول کیا جا سکتا تھا اور نہ اس سے فدیہ لیا جا سکتا تھا۔ لیکن اسلام نے یہ سختی ختم کر کے معذور کے لیے آسانی فراہم کر دی اور فرمایا:

وَعلیٰ الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (البقرہ: ۱۸۴)

(جن کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہو، ان کے ذمے ایک مسکین کا کھانا کھلا دینا ہے)

۴۔ بعض حالتوں میں عورتوں کو روزے سے مستثنیٰ قرار دے دیا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ وضع عن الحامل والمرضع الصوم۔

(اللہ تعالیٰ نے حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزے کی ذمے داری اٹھا دی)

۵۔ ہندوستان میں جین مذہب سے تعلق رکھنے والوں کا ایک ایک روزہ (جسے برت کہا جاتا تھا) چار چار پانچ پانچ ہفتوں کا ہوتا تھا۔ عرب کے پہاڑوں اور صحراؤں میں عبادت کرنے والے عیسائی راہب روزے کے نام سے کئی کئی دن بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ بعض مذاہب میں چالیس چالیس روز کے فاقے کو روزے سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس میں توازن اور توسط کی راہ پیدا کی اور صرف ایک مہینے کے روزے مقرر کیے۔ اس باب میں قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔

اَیَّاماً مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرہ: ۱۸۴)

(یعنی گنتی کے چند روز)

سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے صرف انتیس یا تیس دن جو بغیر تکلیف اور مشقت کے آسانی سے گزر جاتے ہیں۔

۶۔ یہودی دن رات کا روزہ رکھتے تھے، لیکن اسلام نے اس طریقے کو غلط قرار دیا اور حکم دیا کہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک روزہ رکھا جائے۔ فرمایا ،

اتموا الصیام الی الیل (البقرہ : ۱۸۶)

(روزے کو رات شروع ہونے تک پورا کرو)

۷ ۔ عرب کے یہودیوں کا یہ معمول تھا کہ روزہ افطار کرتے وقت صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے ، اس کے بعد ان کے دوسرے روزے کا آغاز ہوجاتا تھا۔ مشرکینِ عرب میں جو لوگ روزے کے قائل تھے ، ان میں یہ رواج چلا آرہا تھا کہ سونے سے پہلے جو کچھ کھالیا ، بس کھالیا ، سوجانے کے بعد ان کے نزدیک کھانا جائز نہ تھا ۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں ایک صحابی کے گھر میں شام کا کھانا تیار نہیں ہوا تھا اور ان کی بیوی کھانا پکا رہی تھیں کہ وہ سوگئے ۔ کھانا تیار ہونے کے بعد بیوی کھانا لے کر آئیں تو دیکھا کہ شوہر سو چکے ہیں ، اب وہ کھانا نہیں کھاسکتے تھے ۔ دوسرے دن ان کا پھر روزہ تھا ۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے ان پر غشی طاری ہوگئی ۔ اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ، جس نے اس رواج کو ختم کردیا اور غروبِ آفتاب سے اختتامِ سحری تک کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمادی ۔

وکلوا واشربوا حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر (البقرہ : ۱۸۶)

(اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نمایاں ہوجائے)

۸ ۔ بعض مذاہب میں روزے کی حالت میں بھول کر کھانا بھی ناقابلِ معافی تھا لیکن اسلام نے اس کی نفی کردی ، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

من اکل او شرب ناسیاً فلا یفطر فانما ھو رزق اللہ ۔

(جو روزے دار بھول چوک کر کوئی چیز کھالے یا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ، اس لیے کہ یہ چیز تو اس کو اللہ نے عطا فرمائی تھی)

متعدد مذہبوں میں شمسی سال کے مطابق تہوار منائے جاتے ہیں ۔ ان کے روزے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برت بھی شمسی مہینوں اور تاریخوں کے حساب سے رکھے جاتے ہیں، جن میں ایک خاص موسم متعین ہوتا ہے، گرمی کا موسم یا سردی کا ۔ لیکن اسلام نے قمری مہینے (رمضان) کا تعین کیا جو کبھی گرمیوں میں آتا ہے، کبھی سردیوں میں، اور کبھی معتدل موسم میں۔ اس طرح اعتدال کی ایک صورت قائم رہتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صوموا الرؤیته وافطروا الرؤیته ۔

(چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا بند کرو)

ایسے مذاہب بھی ہیں جن میں روزے یا برت کے دوران پھل کھانے اور دودھ وغیرہ پینے کی تو اجازت ہے، مگر چولھے پر پکی ہوئی غلّے کی کوئی شے کھانا ممنوع ہے۔ اسلام نے اس کو ختم کر دیا اور فرمایا حالتِ روزہ میں کسی شے کے کھانے پینے کی اجازت نہیں ۔

اسلام کے احکام میں ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس میں غریبوں، مسکینوں، محتاجوں اور فاقہ زدہ لوگوں کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے ۔ روزے پر غور کیجیے تو اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے کم از کم ایک مہینے میں کھانے پینے میں کمی کرو اور اپنے بجائے مستحق لوگوں کا خیال رکھو، جہاں تک ہو سکے ان کی مدد کرو اور ان کے کام آؤ ۔ خود کسی معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکو تو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ ۔

اسی طرح حج کے سلسلے میں فرمایا کہ اگر کسی عذر یا بیماری کے باعث احرام سے پہلے سر منڈوا دو تو روزہ رکھو یا خیرات کرو یا قربانی کا فدیہ دو ۔ جو لوگ ایک احرام میں حج اور عمرہ کریں جسے "تمتع" کہا جاتا ہے، ان پر قربانی دینا واجب ہے اور یہ قربانی غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر قربانی دینے کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے رکھیں، تین حج میں اور سات گھر آکر ۔

اسی طرح حج کے موقعے پر جانور کا شکار کرنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر شکار کرے تو ضروری ہے کہ وہ شکار کیے گئے جانور کے برابر کے جانور کی قربانی کرے، اس جانور کو منیٰ میں لے جا کر ذبح کیا جائے تا کہ دوسرے لوگ بھی اسے کھا سکیں۔ اگر قربانی نہ کر سکے تو قرآن کہتا ہے ۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (المائدہ: ۹۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(یا کفّارہ دے اور کفارہ یہ ہے کہ اس کی قیمت کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر مسکینوں کی گنتی کے برابر روزے رکھے۔)

اگر کوئی شخص قسم توڑ دے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن کے روزے رکھے۔

ان چند احکام شرعیہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے غربا و مساکین کا کس قدر خیال رکھا ہے۔ خود روزے داروں کو بھی غریبوں پر خرچ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جہاں روزے میں عبادت پر زور دیا گیا ہے، وہاں حاجت مندوں پر روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے۔

صدقۃ الفطر نمازِ عید سے پہلے اسی لیے ادا کرنا ضروری ہے کہ مستحق اور نادار لوگوں کی کچھ مدد ہو جائے اور وہ عید کی خوشیوں میں شامل ہو سکیں۔

روزے میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں۔ روزہ امیروں اور شکم سیروں کو توجہ دلاتا ہے کہ فاقے میں کتنی تکلیف اور اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ اس طبقے کو احساس دلاتا ہے کہ اپنے غریب اور نادار بھائیوں کا خیال رکھیں اور بھوک پیاس میں زندگی بسر کرنے والے دکھی انسانوں کے لیے اپنے اندر ہمدردی کا جذبہ پیدا کریں۔

روزہ ان کو یہ بھی سبق دیتا ہے کہ انسان انقلاب و تغیرّ کی زد میں آ کر کبھی غربت و افلاس سے بھی دوچار ہو سکتا ہے، اسے اپنے آپ کو سختیوں کا خوگر اور مشکلات کا عادی بنانا چاہیے تاکہ صبر و ضبط اور تحمل و بردباری سے حالات کا مقابلہ کر سکے۔

میدانِ جنگ میں یا سفر میں وہ بہت سے ناخوش گوار اور تکلیف دہ حالات کا شکار ہو سکتا ہے، روزہ اس کو قوتِ برداشت کا عادی بناتا ہے۔

جسمانی صحت کے لیے بھی روزہ فائدہ مند ہے۔ بعض بیماریاں بسیار خوری اور اکل و شرب میں بے احتیاطی سے پیدا ہوتی ہیں، جیسا کہ آج کل عیش پرستوں کا شیوہ ہے، اس سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور نظامِ ہضم میں کمزوری کے آثار اُبھر آتے ہیں۔ روزہ اس کا [illegible] ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روزے کی حالت میں قدرتی طور پر انسان کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ نیکیوں کی طرف لپکتا اور برائی سے محفوظ رہنے کی سعی کرتا ہے۔ اعمال بد پر نادم ہوتا، معصیت سے توبہ کرتا اور ناروا امور کے ارتکاب سے حتی الامکان کنارہ کش رہتا ہے۔ یہ مہینہ عبادات اور ذکرِ الٰہی کا مہینہ ہے۔ اس میں تراویح کا التزام کیا جاتا ہے اور دنیا کے معاملات سے الگ ہو کر اعتکاف کی حالت میں اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس مہینے میں اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنا دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے اور غربا و مساکین پر خیرات کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر روز لوگوں پر خرچ کرتے تھے اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا مستحقین کو عطا فرما دیتے تھے، مگر رمضان کے مہینے میں تو آپ کی فیاضی انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔

روزے کو قرآن نے تقوے کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جس کا کسی پر اظہار نہیں ہوتا۔ یہ ایک خاموش عبادت ہے جو ریا و نمائش سے پاک ہے۔ جب تک انسان خود نہ بتلائے، کسی کو اس کا پتا نہیں چلتا۔ وہ نہایت خوش قسمت لوگ ہیں، جن کو اللہ نے اس عبادت کی توفیق عطا فرمائی اور تقویٰ شعاری کی صاف ستھری راہ پر لگایا۔

© rasailojaraid.com